Article on Mir Anees printed in Indo Gulf Global on 27th Nov 2008

ec. 2008 Indo - Gulf Global

1,000 titles of Imam Hussain

BELOW ARE 100 OF THOSE TITLES

Ali ibn Abu Talib says: ***"A man can be judged by his words."***

And that is what this site is all about... It judges Mir Babar Ali Anees and passes him to be the greatest Urdu poet in the history of mankind, therefore, he is awarded the title of Khuda-e-Sukhan, the Creator of words. Indeed, some readers will reckon that Mir Anees can be judged as the best poet in the Urdu language only, however that is a shortsighted view of this great man's phenomenal and unparalleled feat with words. Poetry is not only about language, its about the perfect balance between each and every line that is composed. Thorough poetry is the beauty that originates in the flow of the words when they are read out... the rhythmic sounds that enter the heart through the ears.

A passionate fan of Mir Anees said about his poetry, "It seems as though my heart has tasted honey, a heavenly drink, through my ears." Sometimes people do not understand the rare words used by Mir Anees in this poem, but satisfy the thirst of eloquent elocution by just listening to the rhythm of his flowing words.

Here is a sample of his rhythmic poetry. Here Imam Hussain(as) is shown entering the battlefield thus:

Is dabdabe se lashkar-e-paimaa shikan mein aaye
Jaise shikaar khelne ko sher ban mein aaye
Ya bulbul ishtiyaaq mein gul ke chaman mein aaye
Ghul pad gaya "Hato, Asadullah ran mein aaye"
Agli safein ulat gayi'n youn pichhli fauj par
Jis tarha mauj girti hai toofaa'n mein mauj par

About author

Abu Talib Rizvi, 26 yrs, doing research on Mir Anees. His first book is almost ready. It's topic is 1,000 titles of Imam Hussain(as), have collected these titles from the Poetry of Mir Anees.

In the book you will find the meaning of each title along with details as to where they were used and in what context.

Article on Mir Anees printed in Sadaqat Weekly on 9th Feb 2009

مجلس امام حسینؑ منعقد ہوئی

ممبئی (صداقت نیوز): گذشتہ شب ایک مجلس عزا سید الشہدا جناب محمد مہدی رضوی بھائی کے مکان واقع ورلی پونم اپارٹمنٹ میں منعقد ہوئی جس میں کئی شعراء نے سلام پیش کئے بعدازاں طالب رضوی جو بانی مجلس کے فرزند ہیں، نے اپنے مخصوص انداز میں میر انیس کے مرثیے ایک گھنٹہ پڑھے جس میں حضرت عون و محمد ابن عبداللہ جعفر کے میدان جنگ میں جنگ کی خوبصورت منظر کشی کی اور جناب زینب نے بحیثیت بہن اور ماں کا کردار کربلا میں نبھایا اسے مرثیے کے بند میں سنایا۔ یہاں تک کہ سامعین میں رقت طاری ہوگئی، بعد مجلس مومنین کو عشائیہ سے پذیرائی کی۔

Article on Mir Anees printed in Inqilaab in Feb 2009

ولد فیض آباد: ہند کی مشترکہ تہذیب وثقافت کے احترام کی بستی ہے

...کی بے سروسامانی کا کھیتی استعارہ ہے۔ موجودہ عہد میں
...ں نے اسے اپنے اظہار کا پیرایہ بنایا ہے۔ مشہور ترقی پسند
...شاعر اختر نے اس سے اپنی ایک غزل کا مطلع سنوارا ہے:

...زی اجڑی سی ہر اک آس لگے
...دگی رام کا بن باس لگے

...اس شاعر اختر کی نئی غزلوں کے مجموعے 'پچھلے پہر' کی اس
...ایک اور بھی خوبصورت شعر ہے۔ اس شعر میں حسن تخیر
...کے شعری ذہن کی روایت بھی ہے اور گویا یار کے مشترکہ
...کی روایت بھی ہے:

اس کی ہر اینٹ پہ یگ یگ کی کتھا

میر ببر علی انیس (فیض آبادی)

مجھ کو کوئی احساس لگے

...ہی اردو شاعری میں جس رام کو موضوع سخن بنایا گیا ہے وہ
...رام ہے۔ یہ وہ رام نہیں جو لال کرشن اڈوانی کے رتھ پہ بد
...اڈوانی کا یہی رام فیض آباد میں صدیوں پرانی بابری مسجد
...انہدام کے انجام کی صورت میں ظاہر ہوا اور پھر سارا
...مسلم فسادات کی آگ میں جھلسنے لگا۔
...رت کو جب مقدس مجلسوں سے نکال کر سیاست کا اشتہار
...تو چشمے پھیلتے ہیں کو زرد بنا دیا جاتا ہے۔ پر سکون ماحول کو زہر آلود
...ٹوٹے ہے بابوں کو ستایا جاتا ہے اور اس طرح بار بار ہمان میں
...ت کی قدروں کو رد کیا جاتا ہے۔ اس فیض آباد کی ثقافت کا
...اختری بائی فیض آبادی بھی ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات
...و اختری بائی سے بیگم اختر نہیں بنی تھیں۔
...اس وقت ملک میں اختری بائی کی گائیکی کی طرح جگر مراد
...ترنم اور شاعری کا بھی شہرہ تھا۔ وہ جس مشاعرے میں
...ے اس پر چھا جاتے تھے لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں وہ
...ں خود کو چھپائے کسی کونے سے مشاعرہ سن رہی تھیں۔ جگر
...تنا خوبصورت تھا شکل وشباہت سے وہ اتنے ہی معمولی
...مشاعرہ ختم ہونے سے پہلے اسٹیج پر جگر صاحب تک ایک
...یہ خط اختری بائی کا تھا جس میں انہوں نے جگر سے اپنی

محبت کا اظہار فرمایا تھا۔ جگر صاحب نہایت مہذب اور خلیق انسان تھے۔ انہوں نے رقعہ پڑھا اور جیب سے قلم نکال کر اس میں لکھا۔ محترمہ آپ نے مجھے دور سے دیکھا ہے قریب سے نہیں دیکھا۔ جگر توازی کا شکریہ!

جگر مراد آبادی کا مطلع ہے:

جب کوئی عشق میں برباد جہاں ہوتا ہے
مجھ کو محسوس خود اپنا ہی زیاں ہوتا ہے

اردو کے کلاسیکی ادب کے کئی اہم نام بھی فیض آباد سے جڑے ہوئے ہیں ان میں ایک یکی امان جرأت ہیں۔ ان کا بچپن فیض آباد میں گزرا۔ آب حیات میں محمد حسین آزاد نے انہیں نوجوان عاشق مزاج شاعر لکھا ہے۔ ان کی اسی فطرت کی وجہ سے شرفا اور امرا کی رہائش گاہیں ان پر بند تھیں۔ ان بند دروازوں کو کھولنے کیلئے انہوں نے اپنے آپ کو چشم مشہور کر دیا اور آخر کار اس کی پاداش میں سچ مچ اندھے ہو گئے۔

میر نے ایک بار بھری محفل میں ان کے منہ پر کہا تم شعر کہنا کیا جانو، چوما چاٹی کر لیا کرو۔ لیکن وہ اس عاشقانہ رنگ کے موجد تھے جس کی تکمیل بعد میں مرزا شوق کے ہاتھوں ہوئی۔

خواجہ حیدر علی آتش کا تعلق بھی فیض آباد سے ہے۔ ان کے والد نواب شجاع الدولہ کے عہد میں دہلی چھوڑ کر فیض آباد آئے تھے۔ وہیں آتش کی ولادت ہوئی۔ مصحفی کے شاگرد اور انشا اور ناسخ کے ہم عصر تھے۔

بیسویں صدی میں غالب، مومن، یگانہ چنگیزی کے پسندیدہ شاعر تھے لیکن غالب خود آتش کے مداح تھے۔ ان کے بارے میں ایک خط میں لکھا تھا، بندش کی چستی، الفاظ کی طلاوت اور مضمون کی بلندی کے لحاظ سے آتش کا مرتبہ کافی بلند ہے۔ آتش کا شعر ہے:

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی، اٹھ بھی کھڑے ہوئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

آتش کے کئی شاگرد تھے۔ ان میں ایک سید محمد خاں رند بھی تھے۔ رند بھی بابری مسجد اور خواجہ حیدر علی آتش کے ہم وطن تھے۔ جب تک فیض آباد میں رہے، میر مستحسن خلیق سے اصلاح لیتے رہے بعد میں آتش کے شاگرد ہوئے۔ رندانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن اپنے استاد آتش کی وفات کے بعد صرف شراب سے تائب ہوئے، حج کیلئے بھی روانہ ہوئے لیکن بمبئی آنے کے بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کا کلام صاف اور سادہ ہے۔ جس میں محاورات کی برجستگی اور تاثیر کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا ایک شعر بہت مشہور ہے:

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

ایک سید محمد خاں رند بھی تھے۔ رند جب تک فیض آباد میں رہے، میر مستحسن خلیق سے اصلاح لیتے رہے بعد میں آتش کے شاگرد ہوئے۔ رندانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن اپنے استاد آتش کی وفات کے بعد صرف شراب سے تائب ہوئے، حج کیلئے بھی روانہ ہوئے، لیکن بمبئی آنے کے بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کا کلام صاف اور سادہ ہے۔ جس میں محاورات کی برجستگی اور تاثیر کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا ایک شعر بہت مشہور ہے:

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار، میں چلاؤں ہائے دل

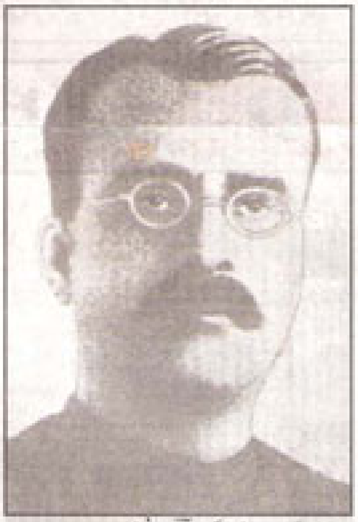

برج نرائن چکبست (فیض آبادی)

فیض آباد ی کے نام سے اردو کی ایک عہد ساز مثنوی سحر البیان بھی منسوب ہے۔ اس کے خالق میر حسن میر انیس کے دادا تھے۔ میر انیس کی جائے پیدائش فیض آباد ہی ہے۔ میر انیس کے بارے میں رام بابو سکسینہ نے تاریخ ادب اردو میں لکھا ہے۔

"اردو باوجود استناف نظم کے تاریخ کے اب تک تہی دست تھی۔ انیس پہ ہومر کی ایلیاڈ و ویاس کی مہابھارت، والمیک کی رامائن یا فردوسی کے شاہنامے کی طرح کی کوئی تصنیف موجود نہیں تھی۔ یہ کمی میر انیس کے مرثی سے پوری ہوئی۔"

میر انیس نے ایک مذہبی حکایت کو ایک صنف سخن کے مرتبے پر فائز کیا۔ یوں تو انہوں نے غزلیں اور رباعیاں بھی کہی ہیں لیکن مرثیے کو جو آن بان ان کی قلم نے عطا کی ہے اس کی دوسری مثال نہیں ہے۔

میر انیس نے مرثیے کے لئے مسدس کا فارم اپنایا اور ایک ہی حکایت کو بار بار اس انداز سے دہرایا ہے کہ جب بھی نیا مرثیہ آیا اس نے زبان وبیان کا نیا جادو جگایا۔ بیگمی کے الفاظ میں انہوں نے اردو شعرا میں سب سے زیادہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حالی کی رائے میں میر انیس نے اردو شاعری کو اعلیٰ درجے پر پہنچا دیا۔ میر انیس کی شاعری کی جھلک جوش اور ان کے بعد کئی ترقی پسند شاعروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک مرثیے کا بند ہے:

ہاتھ سے باگ جدا تھی تو رکابوں سے قدم
فرش میں سیدھے بھی ہوتے تھے فرس پر بھی خم
بچتے تھے پہلوؤں سے خون کے دریا سے ہم
کوئی بے کس کا مددگار تھا بانئے ستم
مارے تلواروں کے مہلت بھی تھی دم لینے کی
کوششیں ہوتی تھیں کچھ کے کر دینے کی

انیس کے اسی چہ مصرعوں کے فارم کو بعد میں فیض آباد کے ہی زائیدہ شاعر پنڈت برج نرائن چکبست نے کئی شخصی مرثیے لکھے۔ چکبست ۱۸۸۲ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۶ء میں رائے بریلی کے ریلوے اسٹیشن پر ورود قلب کے نتیجے میں انتقال کر گئے۔ چکبست، اکبر الہ آبادی کی ولادت سے ۳۶ سال اور حالی پانی پتی سے ۴۹ سال بعد کائنات میں آئے تھے اور چوالیس سال کی مختصر مدت میں انہوں نے حالی، اکبر، آزاد اور شبلی کے ذریعہ بدلی ہوئی شعری فضا کو نئی وسعتوں سے روشناس کیا اور میر، درد، غالب اور بحر آتش سے بہت پہلے غزل کو سیاسی شعور سے روشن کیا۔ چکبست صرف شاعر ہی نہیں تھے، وہ مقرر بھی تھے مفکر بھی تھے نقاد بھی تھے۔ ان کا اور اقبال کا زمانہ کم وبیش ایک ہی ہے۔ وہ اقبال (پیدائش ۱۸۷۷ء) سے سات سال بڑے تھے۔

اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کے شعری ذہن کی تعمیر میں جو عوامل شامل تھے ان میں حالی کی جدت، اکبر کی ظرافت کے ساتھ چکبست کی روایت کی شمولیت نے بھی اہم رول ادا کیا ہے۔ برج نرائن چکبست نے نہ صرف اپنی قومی و سیاسی نظموں سے بلکہ اپنی غزل کے بدلے ہوئے الفاظ اور موضوعی انداز سے بھی اردو شاعری کو نئی سمتوں سے متعارف کرایا ہے۔ ان کی اس اہمیت کے اعتراف میں منشی لکھنوی نے کہا ہے:

داغ فرقت دے کے تم سارے ادب اردو پر
دہر سفاک نے اک تازہ جفا کی افسوس

اور جوش ملیح آبادی کے استاد عزیز لکھنوی ان کی رحلت پر یوں رقم طراز ہیں:

سبق آموز ہے ہر نظم مرصع ان کی
صاف ترشے ہوئے ہیرے ہیں کہ لفظوں کی نشست
شاعر تکیہ ہر ابرج نرائن چکبست

اور سحر بنگالی نے انیس کے ایک مشہور مصرع سے بہت خوبصورت تاریخ نکالی۔ یہ تاریخ چکبست پر ان کے مرثیے کے بند میں شامل ہے:

ان کے ہی مصرع سے تاریخ ہے سحر اعزا
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

فیض آباد رام کے نام پر بابری مسجد کے انہدام کا ہی نام نہیں ہے۔ یہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب وثقافت کے احترام کی بستی بھی ہے۔ وہ تو شدہ ہندی ہے جو ۲۰۰۸ء میں تاج ادودھ وایرانے اور چھترپتی شیواجی اسٹیشن تک پہنچی ہے اس کی ابتدا بھی اسی دیار کی یادگار ہے۔ چکبست کی غزل کا ایک شعر ہے:

ہمارے اور دشمنوں کے مذہب میں فرق اگر ہے تو اس قدر ہے
کہیں گے ہم جس کو پاس انساں وہ اس کو خوف خدا کہیں گے